

جب بھی خدا سے عظمتیں طلب کریں تو انکساری کی عظمتیں طلب کریں اور اس سلام کی عظمتیں طلب کریں جو آسمان سے اترتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۲ بوقت ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

میں مگر مرکزی نقطہ کے لحاظ سے دعا کر دی گئی کیونکہ فانی انسان جب فنا کر آکھوں کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے وہ لمحہ ہے اس کے یقین کا کہ اب میں اس دنیا میں نہیں رہنے والا، میں فانی تھا اور اسی لمحے اس کی ساری زندگی اس کو اکارت جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ تمام کوششیں، تمام اموال، سب دولتیں، سب نام و نمود، سب اسی دنیا میں دھرے رہ جاتے ہیں اور وہ اکیلا اکیلا خدا کے حضور حاضر ہونے کے لئے جب تیار کھڑا ہو پھر وہ اس قسم کے وعدے کیا کرتا ہے اب میں ایمان لاتا ہوں، اب مجھے نجات دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم فنا کو دیکھ لو اور پھر نجات کی دعائیں مانگو تو تمہارے کسی کام میں آمین کی، بدنی زندگی مل بھی جائے تو روحانی زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو ساری دنیا میں سب کے لئے قدر مشترک رکھتا ہے۔ فی الحقیقت انسان اپنی فنا پر دو یقین نہیں رکھتا عیسائیت اس کی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا جانتے ہوئے کہ موت مقدر ہے پھر بھی اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتی۔ تو قرآن کریم کا اس شان کے ساتھ اس مضمون کا ذکر فرمانا جو بظاہر دنیا میں سب کو معلوم ہو یہ بتا رہا ہے کہ تمہیں وہم ہے کہ تم جانتے ہو، تم نہیں جانتے کہ ہر چیز فانی ہے۔ اور جب ہر چیز کا ذکر فرمایا تو اس کے بعد یہ ہے اعلان ”وہی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام“ کہ ہاں تیرے رب کا جلال و جمال کا جلوہ ہے۔ جو باقی رہے گا اور دوسرا ”وجہ“ کا مطلب رضا ہے جو باقی رہے گی۔ یعنی خدا کی رضا جس کو باقی رکھنا چاہے گی اسے رکھے گی اور جو کچھ بھی رہے گا رضا کی بنا پر، اس سے لگ کر، اس کے سارے رہے گا۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو اللہ کے جلال اور جمال کا جلوہ باقی رہے گا اور جس پر اس کی دائمی ازلی ابدی رضا کی نگاہ پڑی ہے وہ بھی باقی رہ سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی رضائیں شامل ہو کر اس سے الگ رہ کر نہیں۔

دوسری بات جو اس میں خاص طور پر توجہ کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ چیزوں کے فنا کا ان کی عظمت کے ساتھ جو تعلق ہے یہ مضمون اس بات کو خوب کھول کر بیان فرما رہا ہے کہ تمہاری عزتیں، تمہاری دنیا کی نمود کی کمائی جو کچھ بھی ہے اس کی خاطر تم دنیا سے پیٹھے ہوئے تھے تو یاد رکھو کہ وہ بھی فنا ہیں اور اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہاں ایک خدا کے جلال و جمال کا جلوہ ہے جو باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے اگر عزتوں کی خاطر تم کچھ کرتے ہو اپنی دنیا کی نام و نمود کے لئے محنتیں کرتے ہو تو وہ وقت آئے گا جب وہ چیزیں مٹ جائیں گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض قوموں اور بعض لوگوں اور بعض بڑے بڑے بادشاہوں کی عزت اور نام و نمود تو ہمیں دنیا میں پیچھے باقی رہتی دکھائی دیتی ہے یہ کیوں باقی رہی۔ اس کے دو جواب ہیں۔ اول تو یہ کہ اس مضمون کا آخری فنا کے فیصلے سے تعلق ہے اس لئے اگر اس وقت سے پہلے کہ دنیا میں انسان کی صف لیٹ دی گئی کسی کی عزت و جاہ و جلال کا تذکرہ باقی رہ بھی جائے تو اس کی حقیقت کوئی نہیں کیونکہ خدا کے علم میں یا خدا کے فیصلوں میں وقت کی وہ حیثیت نہیں ہے جو انسان کے علم اور فیصلوں میں وقت کی حیثیت ہے۔ خدا تعالیٰ کو کوئی زمانہ تقسیم نہیں کرتا۔ نہ ماضی، نہ حال، نہ مستقبل۔ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اور یہی اس کی ازلیت اور ابدیت ہے جو اس بات کی ضمانت ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو فنا ہے۔ کسی چیز کو بھی ازل اور ابد کا دعویٰ نہیں ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ اور پہلے جو توہمت تھے فنا کے مثلاً آریہ سماج کا عقیدہ کہ دنیا ازل سے ہے اور بعض یورپین فلسفیوں کا بھی یہ خیال کہ کوئی چیز عدم سے پیدا ہو ہی نہیں سکتی اس لئے ازل سے ہے اس خیال کو کھدکھداتے ہوئے ثابت کرنے میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ پہلے جو یہ خیال تھا کہ پروٹان کیمی کسی قسم میں ہو سکتا۔ اس سے پہلے یہ خیال تھا کہ انٹم Destroy نہیں ہو سکتا اور ایک Law تھا یعنی نظریہ نہیں اس کو Law کہتے ہیں۔ Indestructibility of Atom جو کچھ مرضی ہو جائے انٹم Destroy نہیں ہو سکتا۔ اور ڈاکٹر عبدالسلام کے دور سے پہلے سائنس دانوں نے ثابت کر دیا کہ انٹم تو Destroy ہو سکتا ہے اگر نہ ہو سکتا تو انٹم بم کیسے بن جاتا۔ اور پھر جب کائنات پر زیادہ گہری نظر ڈالی تو Black Hole کا جو تصور ابھرا ہے اور اس کا علم اور اس کی ماہیت سے متعلق جو سائنسی اندازے لگائے گئے تو یہ لگا کہ Black Hole تو ہماری اس وقت ہے جبکہ انٹم آپس میں چکے جاتے ہیں اور ایک دوسرے

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ الحمد لله رب العالمين* الرحمن الرحيم* ملك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٥﴾

وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٦﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ ﴿٢٧﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ ﴿٢٨﴾

(سورہ الرحمن آیات ۲۷-۳۱)

یہ سورہ رحمان کی آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس پر یعنی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے ”وہی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام“ اور صرف تیرے رب کی شان و جمال و جلال ہے جو باقی رہے گی۔ وہ صاحب جلال ہے اور صاحب اکرام ہے۔ ”نبی الاء ربکا کنذیان“ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو یا تکذیب کرو گے۔ ”بئس لمن فی السموات والارض“ اسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں ”کل یوم ہونی شان“ ہر وقت وہ ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ ”یوم“ یہاں وقت کے بیان کے طور پر ہے۔ اس لئے لمحہ لمحہ بھی یہاں یوم کے مفہوم میں داخل ہے ”نبی الاء ربکا کنذیان“ پس تم اپنے رب کی کن کن آیات کی تکذیب کرو گے۔ یہاں دونوں کا لفظ خطاب میں شامل ہے مگر جب ہم اردو میں تم کہتے ہیں تو لازم نہیں ہوا کہ تم ”دونوں“ لفظ کو دہرایا جائے مگر قرآن کریم نے یہاں جب بھی سوال اٹھایا ہے تو تم دونوں کہہ کر اٹھایا ہے۔ تو تم دونوں کن کن باتوں میں یعنی خدا تعالیٰ کی کس کس شان اور جلوہ گری کی تکذیب کرتے ہو یا کرو گے۔

یہ آیات بہت ہی گہرے عارفانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ ان کی پوری تفسیر کا تو اس وقت موقع نہیں مگر ایک دو امور ایسے ہیں جن کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہر چیز فانی ہے اب یہ ایک ایسا اعلان ہے جو روزمرہ میں سب کو علم ہے لیکن اسے دہرایا کیوں گیا ہے اس قدر زور کے ساتھ ایک ایسی صورت میں جو چھوٹوں اور بڑوں دونوں کے لئے ایک عظیم چیلنج کارگر رکھتی ہے۔ جن اور اس بڑے لوگ اور چھوٹے لوگ، دونوں کو مخاطب کرتی ہے اور بڑی شان کے ساتھ ان کو چیلنج کرتی ہے۔ اس میں اس مضمون کے بیان کا عنوان یہ رکھنا ”کل من علیہا فان“ یہ کچھ گہری حکمت رکھتا ہے۔ درحقیقت ہر فانی انسان اپنے آپ کو لافانی سمجھ رہا ہوتا ہے اور یہ عجیب متضاد زندگی ہے جو انسان گزارتا ہے اور اس کو شعور بھی نہیں کہ میرے اندر ایک سوجن میں تضاد پایا جاتا ہے۔ سب دنیا کو مرنے اور گزرتے ہوئے دیکھتا ہے، سب دنیا کو دیکھتا ہے کہ اس جہان میں کوئی نہیں رہا۔ آئے دن روزانہ دنیا تبدیل ہو رہی ہے، ہر موت کے ساتھ ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد وہ جہان ہی بدل جاتا ہے تو کتنے ہی بدلے ہوئے جہانوں کا ان کت بدلے ہوئے جہانوں کا وارث ہو کر وہ اپنی ذات کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا کہ مجھے بھی ایک دن اس دنیا سے گزر جانا ہے اور جب وہ گزرے گا تو پھر ان لمحوں میں وہ احساس کہ میں فانی تھا اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔

یہی مضمون قرآن کریم میں فرعون کے ذکر میں کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ لیکن خاص طور پر اس کی ذوقی ہوئی گزریوں کی دعا کہ اب میں ایمان لاتا ہوں بنی اسرائیل کے خدا پر اس وجہ سے رد کر دی گئی یعنی کلمۃ

فاصلے اپنے مرکز سے اس دباؤ کی طاقت سے جو Gravitational Pull ہے یعنی کشش ثقل اس کے نتیجے میں یوں آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ بہت عظیم الشان وسیع کائنات سمٹ کر گویا ایک چھوٹے سے دائرے میں محدود ہو جاتی ہے جو پھر سمٹتا اور پھر سمٹتا ہے اور اپنی طاقت کے زور کے ساتھ ایک خود کشی کر لیتا ہے یعنی وجود اس طاقت کی عظمت کے سامنے جھک کر ایک فنا کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے جس کے متعلق انسان کچھ نہیں جانتا کہ وہاں کیا ہے اس کی پرہی طرف، اس کو کہتے ہیں

Event Horizon

تو یہ حصہ جہاں تک ماضی کا تعلق ہے اس معاملے میں تو سائنس دانوں کی آنکھیں کہ یہ کائنات ازل سے بہر حال نہیں ہے مگر جہاں تک ابد کا تعلق ہے اس بات پر کافی اگے رہے ہیں کہ پروٹان Indestructable ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم و مغفور نے اس نظریہ میں بہت بڑا کام کیا ہے اور بیماری سے پہلے مجھ سے اس بارے میں جو گفتگو کا موقع مجھے ان سے ملا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے Mathematically یعنی حساب کی مدد سے جو ثابت کیا ہے کہ دنیا کی پروٹانز کی عمر اتنی ہے۔ نظریہ کے طور پر تو اب سائنس دان اسے قبول کر چکے ہیں لیکن دو تین نظریے ہیں۔ بعض سائنس دان کہتے ہیں اس سے ایک حصہ کم، بعض کہتے ہیں ایک حصہ زیادہ مگر جو حصہ ہے وہ بھی بہت بڑا تصور ہے اس لئے آپ کو کبھی مددنی تصورات میں الجھانا نہیں چاہتا۔

تو Raise to the Power of ۳۲ ہے یا ۳۳ یا ۳۴ ہے یہ بحث چل رہی ہے۔ اس اور ۳۲ اور ۳۴ میں اتنا فرق ہے بظاہر ایک کافر ہے لیکن جب Powers میں باتیں کی جاتی ہیں تو اس مقام پر پہنچ کر عام انسانی ذہن اس کا تصور کر ہی نہیں سکتا کہ کتنی بڑی چیز ہے۔ مگر سائنس دان اللہ کے فضل کے ساتھ اور حساب دان بہت باریک باتوں کو اپنے استدلال کے ذریعے معلوم کر لیتے ہیں۔ اور کائنات کے کناروں تک کی خبریں اپنے استدلال کے ذریعے حاصل کر لیتے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب نے جہاں تک مجھے یاد ہے Raise to the Power of ۳۳ کا نظریہ پیش کیا تھا اور مجھے بتا رہے تھے بلکہ کئی دفعہ بتایا کہ اس وقت دنیا میں لیبارٹری بڑی بڑی عظیم بے انتہا خرچ کر کے کام کر رہی ہیں۔ ان میں ایک امریکہ میں بھی ہے ایک اٹلی میں بھی ہے اور شاید ایک اور جگہ بھی اور اب تک جو خبریں ملی ہیں وہ امید افزا ہیں۔ اگر یہ قطعی سے ثابت ہو گیا تو ہرگز یقین نہیں کہ ایک اور نوبل پرائز ان کو مل جائے یعنی بطور حق کے ان کو ایسا Nobel Laureate بننے کی توفیق ملے کہ دو دفعہ زندگی میں Nobel Laureate بنیں۔

کوئی انسان جو اپنے رب سے راضی نہ ہو وہ ہمیشگی نہیں پاسکتا۔
کوئی انسان جس سے خدا راضی نہ ہو وہ ہمیشگی نہیں پاسکتا۔

تو یہ ایک دنیا کا انعام و اکرام ہے جو ممکن تھا کہ ہو جائے جہاں تک عقلی تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کی فضیلت عقل کی روشنی کے لحاظ سے ساری دنیا میں مسلم ہے۔ کوئی دنیا کا سائنس دان نہیں ہے جو عظمت کی نگاہ سے آپ کو نہ دیکھے بلکہ اخلاقی قدروں اور عظمت کردار کے لحاظ سے یہ ایک وہ سائنس دان ہے جس کی دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بھی عزت کرتے تھے اور حقیقت میں ان کے سامنے عظمت کے ساتھ سرجوڑ کاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے بے تکلف گفتگو میں مجھے انہوں نے کئی دفعہ بتایا کہ فلاں ملک کا سربراہ اس طرح مجھ سے پیش آتا ہے، فلاں ملک کا اس طرح پیش آتا ہے، دعوتیں دیتے ہیں کہ ہمارے پاس آؤ ہم شایع اعزاز کے ساتھ تمہاری خدمت کر کے کچھ تسلی پائیں کہ ہم نے بھی کسی بڑے انسان کی کوئی خدمت کی ہے لیکن ان باتوں کے باوجود تکبر کا نام و نشان نہیں تھا اور یہ وہ اصل عظمت کردار تھی جس کا میڈل سے تعلق نہیں ہے۔

پس اس مضمون کو اس طرف منتقل کرتے ہوئے میں چند باتیں ڈاکٹر صاحب کے متعلق بیان کروں گا مگر اس سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں علامہ الناس کے لئے بھی ایک عجیب پیغام ہے جو کوئی بلندی حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو یہ پیغام ہے کہ تم بھی تو بڑے لوگوں میں ہو پھر بڑے لوگوں میں ہو مگر بڑے بھی مٹ جاتے ہیں، چھوٹے بھی مٹ جاتے ہیں اور بڑے بھی اپنی بڑائی کی شانوں کے ساتھ مٹا دینے جائیں گے اور چھوٹے بھی جو قدریں بھی وہ رکھتے ہیں ان کے سمیت مٹا دینے جائیں گے تو اس عارضی چیز کے لئے تم کیوں کسی حد تک کیوں تکلیف میں مبتلا رہ کر زندگی گزارو کہ فلاں تو اتنا بڑا ہو گیا، فلاں نے اتنا علم حاصل کیا، فلاں کو اس طرح دنیا سے عزتیں دیں۔ فرمایا دنیا، دنیا کی عزتیں یہ ساری چیزیں فنا ہونے والی ہیں، اس سے کیوں نہیں تعلق جوڑتے جس کی رضا کا چہرہ کبھی فنا نہیں ہوگا۔

یہ وہ مضمون ہے جو ان آیات میں ہر نبی نوع انسان کی محرومی کے دعووں پر ایک ایسا بیجا یار لکھتا ہے کہ ہر دکھ کا علاج ہے لیکن اگر انسان اپنی توجہ پھیرے۔ چنانچہ آج ڈاکٹر صاحب کے لئے دعا کے وقت یہ مضمون میرے ذہن میں ابھر کر میری دعا کو ایک اور رخ دے گیا۔ میں نے کہا یہ دنیا کی عزتیں تو آج نہیں توکل فرماؤں توکل فرمائی ہیں کچھ بھی ان کا نہیں رہتا لیکن جو تیری رضائی عزت ہے، جس کا "وَجْرَبُك" میں ذکر آیا ہے وہ دائمی ہے۔ پس ان کے لئے قرآن کے الفاظ میں میں نے یہ دعا کی "ارجع الی ربک راضیہ مرضیہ" اے مصلحت مند! اپنے رب کے حضور اس طرح حاضر ہو کہ راضی ہو۔ تو اپنے رب سے راضی ہو اور "مرضیہ" ہو پس "وَجْرَبُك" کی جولا زوال زندگی اور لازوال وجود کی خوش خبری ہے وہ ان دو

لظنون میں داخل ہو جاتی ہے۔

کوئی انسان جو اپنے رب سے راضی نہ ہو وہ ہمیشگی نہیں پاسکتا۔ کوئی انسان جس سے خدا راضی نہ ہو وہ ہمیشگی نہیں پاسکتا۔ پس اس مضمون کے ساتھ ہی میری توجہات بدل گئیں۔ یہ کہنے کی بجائے کہ آج ہم سے ایک ایسا وجود رخصت ہوا جس کے نتیجے میں ایک خلاء پیدا ہو گیا اور جماعت کو آئندہ یہ خلاء محسوس ہوتا رہے گا میں نے کہا وہ مضمون کیوں نہ میں بیان کروں جو ہمیشگی کا مضمون ہے اور لازوال مضمون ہے۔ پس نیک انجام کے ساتھ میری توجہ نیک آغاز کی طرف گئی اور مجھے یہ خیال آیا کہ درحقیقت لوگ اچھے انجام کی طرف دیکھتے دیکھتے اس سے ایسے سرعوب ہو جاتے ہیں کہ بسا اوقات آغاز کا خیال ہی نہیں کرتے حالانکہ بہت سے پاک اور نیک انجام ہیں جن کی بنیادیں بعض دفعہ انسان کی پیدائش سے پہلے ڈال دی جاتی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی انہی وجودوں میں سے ایک وجود ہیں۔

جیسے پھر میری محضر اللہ جان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو جو عظمتیں ملی ہیں وہ بار بار یاد کرنا کرتے تھے دنیا کو کہ میری ماں کی دعا میں تھیں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کی توحید کے ساتھ وابستگی اور وفاء اس کا غیر متزلزل اور محکم یقین خدا کی وحدانیت پر اور غیر اللہ کو رد کرتے چلے جانا یہ وہ خوبی تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کے لئے ایک نعمت کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ پس میں اپنی پاک بزرگ ماں کی دعاؤں کا ایک پھل ہوں اور یہ مضمون ان کو انسانی کی طرف لے جاتا تھا کہ کھل کر باتیں کرتے تھے، مجھ سے تو بہت بے تکلفی تھی، کہا کرتے تھے کہ بس قصہ وہی ہے سارا، میں کیا، میرا وجود کیا، دعاؤں کا پھل ہوں۔

اور ڈاکٹر صاحب بھی دعاؤں ہی کا پھل تھے۔ ان کے والد بزرگوار پھر میری محمد حسین صاحب اور ان کی والدہ ہاجرہ بیگم غالباً نام تھا ان کا دونوں ہی بہت مقدس وجود تھے، بہت پاکیزہ، صاف سحرے، خالص پائیز زندگی گزارنے والے اور احمدیت کے بعد تو سونے پر سما کے کا عالم تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی پیدائش سے پہلے رویا دیکھا کہ ان کو ایک خوبصورت پاک بیٹا عطا کیا جا رہا ہے اور اس کا نام عبدالسلام بتایا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مصلح موعودؑ کو رویا لکھی اور چونکہ بہت متکسر لہجہ میں تھے اپنی رویا کی بنا پر خود نام نہیں رکھا خواب لکھ کر حضرت مصلح موعودؑ سے پوچھا کہ میں اس بیٹے کا کیا نام رکھوں۔ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ نے تمہیں بتا دیا ہے تو میں کون ہوتا ہوں دخل دینے والا میں نام رکھ لو۔ پس عبدالسلام اس بیٹے کا نام الہی مشاء اور رضا کے مطابق رکھا گیا جو ان کی خاص دعاؤں کا پھل تھا اور ساری زندگی پھر اس نے اس رویاء کی سچائی کو ظاہر کیا اور اپنے ماں باپ کے خلوص کی قبولیت کو ظاہر کیا۔

تو اس میں ایک اور بھی ہمارے لئے سبق ہے۔ ایک وجود گزر گیا مگر اس کے حوالے سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے اللہ احمدیت کو اور نوبل لارنڈے Nobel Laureate عطا کر "وہی ربک ذوالجلال والاکرام" نوبل لارنڈے کہتے ہیں اور کتنوں کا مقابلہ کر کے ان احمدیت، ہزار نوبل لارنڈے ہیں اور جتنے چلے جائیں گے۔ چار اور بھی لے لئے احمدیت نے بانگ بانگ کے تو کتنا فرق پڑے گا۔ لیکن وہ انعام یافتہ جو خدا کے دربار سے انعام یافتہ ہو وہ تو اگر ان پڑھ بھی ہو تو ایسا انعام یافتہ بن سکتا ہے کہ تمام کائنات کی چوٹی کے علماء اور چوٹی کے اعزاز پانے والے اس کی جوتیوں کو اٹھانے میں محسوس کریں، اس کے پاؤں کی خاک چومنے میں محسوس کریں۔ تو چھوٹی باتوں پر ہم کیوں راضی ہوں، چھوٹی دعاؤں کیوں مانگیں۔ وہ دعاؤں مانگیں جیسی ڈاکٹر عبدالسلام کے باپ نے اپنے بیٹے کے لئے کی تھیں۔ اور جن کو خدا نے اس طرح قبول فرمایا کہ اپنی رضا کا مظہر بنا یا اور اس بات کا قطعی ثبوت آپ کی زندگی کے لمحہ لمحہ نے دیا ہے۔

سائنس کی دنیا میں اتنے بلند مرتبہ تک پہنچنے کا باوجود کامل طور پر خدا کی ہستی کے قائل۔ بلکہ ایک دفعہ مجھ سے کہے تھے کہ جب میں کسی سائنسی اجتماع میں جانا ہوتا تو بعض سرگوشیوں کی آواز آتی ہے یہ وہ ہے جو خدا کو مانتا ہے۔ اور بھی سائنس دان اب ماننے لگے ہیں پہلے سے بڑھ گئے ہیں لیکن جس شان کے ساتھ آپ نے خدائے واحد و یگانہ کے ایمان کا حق ادا کیا ہے اور اس جھنڈے کو بلند کیا ہے وہ ساری دنیا اور سائنس دان اس جیتی دنیا میں آپ کو دکھائی نہیں دے گا اور پھر خدائے واحد و یگانہ کی عظمت کے نتیجے

محمد صادق جیولرز
Import Export Internationale Jewellery
Mohammad Sadiq Juweliers

آپ کے شہر، مہرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی ہوا میں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔

Steindamm 48
20099 Hamburg
Tel: 040/244403
Hauptfiliale
Abu Dhabi U.A.E. Tel: 009712352974

S. Gilani
Tucholskystrasse 83
60598 Frankfurt a.m.
Tel: 069/685893

ہیں جو اکسار پیدا ہوتا ہے وہ پوری طرح آپ کی ذات میں پیشہ رہے۔ نظام جماعت کے سامنے خادمانہ حیثیت کی حفاظت کی ہے۔

اب میں ان کی عمر کے لحاظ سے چھوٹا علم کے لحاظ سے تو دنیا کے علم کے لحاظ سے تو حیثیت ہی کوئی نہیں مگر جب مجھ سے گفت و شنید کرتے تھے، ملتے تھے وہ عزت و احترام کے تمام تقاضے جو خلافت سے وابستگی کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں ان کو اس طرح پورا کرتے تھے کہ میں حیران رہ جاتا تھا اور باتوں میں مشورہ کر کے وہ کہتے تھے جو میں کتنا تھا وہ کرنے تھے جو میں بیان کرتا تھا یا مشورہ نہیں لیں گے، مشورہ لیں گے تو قبول کریں گے اس کو۔ غرضیکہ مجھے ان کی اکساری کو دیکھ کر رشک آتا تھا کہ کتنا بڑا عالم ہے سائنس کے مضامین میں۔ سوچیں میں ان سے بحث کر رہا ہوں یہ نہیں سمجھی کہا کہ آپ کو یہ کچھ نہیں، آپ کو حساب بھی نہیں آتا تو آپ مجھ سے کیا باتیں کر رہے ہیں۔ مگر انتہائی توجہ سے بات سن کر دلیل سے قائل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ رفتار کے اوپر بحث چلی کہ سائنس کا یہ اور خاص طور پر حساب و انوں کا یہ قطعی نظریہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے کوئی چیز آگے نہیں بڑھ سکتی تو میں نے ان سے کہا کہ یہ جو حد لگائی جا رہی ہے یہ میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کے اوپر حد بندی نہیں ہو سکتی، خالق کے اوپر نہیں ہو سکتی۔ حساب کھول دیے باقاعدہ۔ اپنا حساب دان کھول لیا اور نقشے بنا لے اور دائرے بنا لے اور بتایا کہ یہ دیکھیں حسالی رو سے ناممکن ہے اور فرس کے نظریہ کے لحاظ سے بھی یہ ناممکن ہے۔ میں نے باتیں سمجھیں، میں نے کہا آپ نے جو باتیں کہی ہیں دلیل کے ساتھ کہیں ہیں میں دلیل کا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر میں ایک اور بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ ساری باتیں آپ کے اس کائنات کے تصور سے وابستہ ہیں اور مشروط ہیں جو اب تک آپ پر ظاہر ہوا ہے اور کیا یہ درست نہیں کہ مادہ میڈیم ہے لہروں کے لئے اور اگر مادہ نہ بھی ہو تو کوئی میڈیم ہونا چاہئے اور میڈیم کی صفات ہیں جو رفتار طے کرتی ہیں تو کیا ایٹم کے علاوہ کوئی اور میڈیم بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ایٹم نہیں ہے تو پھر خود یہ محل نظر ہے کہ چیز حرکت میں کیسے رہتی ہے اور ویو (Wave) کیسے بنتی ہے جب کہ ویو (Wave) مادے کی صفت ہے اور حرکت کی صفت نہیں ہے۔ یہ باریک باتیں تھیں ڈاکٹر صاحب کو تو ایک لمحہ نہیں لگانا باتوں کو سمجھنے کا۔

مجھے انہوں نے جواب میں کہا کہ آئن سٹائن تو قائل ہے کہ ایٹم ہے اور ایٹم ہی کی صفات ہیں جو جلوہ گر ہیں مگر باقی سائنس دان قائل نہیں ہوئے ابھی اور ابھی تک قطعی ثبوت کوئی نہیں مل سکا۔ میں نے کہا مل سکتا ہے کہ نہیں؟ کہا کہ ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اگر ایٹم کے سوا کوئی اور میڈیم ہو جس کی صفات مختلف ہوں تو رفتار بڑھ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا بڑھ سکتی ہے۔ میں نے کہا اب یہ بتائیں کہ اگر کسی چیز کو مادی میڈیم کی ضرورت نہ ہو اور وہ روحانی وجود ہو؟ اب خدا کی ہستی کے قائل تھے اس کا انکار کہی نہیں سکتے تھے تو اس کو کون سا قانون یا بند کرے گا کہ اس کا پیغام روشنی کی رفتار سے ان گنت زیادہ تیزی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے پہنچا دے تو اس کے بعد وہ نہیں بولے پھر۔ صرف کہا ہاں اصولاً میں مان گیا ہوں یہ فیک ہے یہ ہو سکتا ہے مگر معلوم دنیا میں اب تک جو ہے وہ یہی ہے اس سے میں انکار نہیں کر سکتا۔

تو اس رنگ میں ان کے اندر یہ جو صلہ تھا وہ یہ اکسار تھا کہ بالکل ان بڑھ، سائنس کے ابتدائی علم سے بھی عاری انسان جس کا نامی سے علم کا ان کے علم میں تھا کیا حیثیت رکھتا تھا کچھ بھی نہیں۔ اس سے اتنے بڑے مضامین کے اوپر بڑے حوصلے کے ساتھ گفتگو کرنا، اسے سمجھانے کی کوشش کرنا اور جب کوئی ایسی دلیل دی جائے جو ان کے اپنے عقیدے کے مطابق تسلیم ہونی چاہئے تسلیم کر لی، کر لیتے تھے تو یہ بھی رفعت کی علامت ہے یعنی اکسار، اور ان دونوں میں تضاد نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے سے وابستہ اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں جنہی سجدے کا فرقوں سے تعلق ہے۔ رفعت (راء کی زیر کے ساتھ) لفظ عربی میں تو ہے مگر اردو میں بعض لوگ رفعت (راء کی زیر کے ساتھ) بھی کہہ دیتے ہیں اس لئے میں رفعت بھی کہہ دیا کرتا ہوں مگر اصل لفظ رفعت ہے۔ تو رفعتیں جو انسان کو عطا ہوتی ہیں ان کا اکساری سے گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ سجدے میں ”ربنا الاعلیٰ“ کی دعا کھائی گئی ہے۔ رب سب سے اعلیٰ ہے اور مراد یہ ہے کہ تم نے اس کے حضور جب تھا تک دیا ہے بتنا پیچھے ہو سکتے تھے ہو گئے ہو اب رب اعلیٰ کو یاد کرو تو تم اس سے فیض پاؤ گے اور رفعتیں حاصل کرنے والا انتہائی زیادہ جھکتا چلا جاتا ہے۔ یہ دونوں مضمون لازم و ملزوم ہیں۔ سب سے زیادہ اکسار دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا ہے اور سب سے زیادہ رفعتیں آپ کو عطا ہوئی ہیں۔

پس ایک بڑے آدمی کے گزرنے کے ساتھ ان مفاہیم پر گفتگو ہونی چاہئے جو لوگوں کو بڑھانے والے ہیں اور سب کے لئے برابر پیغام رکھتے ہوں۔ اب علم کے لئے اگر میں کہہ بھی دوں کہ دعا کرو کہ اللہ ہمیں سو فیول لارین عطا کر دے تو کیا اسکا آخری نتیجہ نکلے گا؟ کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ جائیں گے جنہیں کسی کتب میں بیٹھے کی توثیق نہیں ملی۔ تمام صاحب علم انسانوں سے اور ذی روح، ذی شعور وجودوں سے علم میں آپ کا وجود آگے بڑھ گیا تو ان رفعتوں کے لئے کیوں نہ دعا مانگی جائے جس میں ہم سب برابر کے شریک ہو جائیں گے۔ چھوٹا بڑا غریب ایک تیسری دنیا کا آدمی ایک ترقی یافتہ مغربی ملک کا باشندہ ان سب کے لئے قدر مشترک ہے کہ اصل علم کا منبع، اصل عزتوں کا منبع جس کا علم اور جس کی عزتیں باقی رہنے والی ہیں وہ اللہ کی ذات ہے اسی کی طرف جھکو، اسی کی طرف دل لگاؤ

جم میں سے ہر ایک کو پھر وہ رفعتیں عطا ہو سکتی ہیں کہ جو اس کے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔

تو اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے ان کو بہت بلند مرتبے عطا فرمائے اور ان کی رفعتوں کی جو جان ہے یعنی دعاؤں کا پھل وہ جان اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور نسلوں میں آگے جاری فرمائے۔ بعض بچے ان کی اولاد میں سے بہت سعید فطرت اور ایسا وجود رکھتے ہیں جن پر توقع سے نظریں پڑتی ہیں۔ ان کی بیٹی عزیزہ ہے، حمیدالر حمان اور عزیزہ کاچھوٹا بیٹا جب بھی میں اس کو دیکھتا ہوں میں ان کو کہتا ہوں کہ اس میں تو مجھے ڈاکٹر سلام نظر آ رہا ہے، ایک اور ڈاکٹر سلام۔ تو یہ میری مراد ہرگز نہیں کہ وہ صرف نوبل لارینڈ بن جائے گا کسی وقت، میں جب کہا کرتا ہوں تو میں ان کو سمجھا رہا ہوں کہ میری یہ دعا ہوتی ہے کہ اللہ اس میں وہ خوبیاں پیدا کر دے جو روحانی رفعتوں کی علم بردار ہوتی ہیں اور روحانی رفعتوں کے مقابل پر دنیا کی رفعتوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتیں پھر اس کے صدمے میں نوبل لارینڈ بھی بنے تو کیا کی، کیا بات ہے سبحان اللہ، نور علی نور یعنی نوبل لارینڈ کے اوپر رضا کی نظر جب بڑے کی تو اور پر نور نازل ہو جائے گا تو یہ دعا اس بچے کے لئے تو میں کرتا ہی ہوں آپ بھی یاد رکھیں اور اپنی اولاد کے لئے یہ دعا کریں۔ اگر دنیاوی طور پر عظمتیں اور رفعتیں مقدر میں نہیں ہیں تو صرف ایک بات ہم مانگتے ہیں کہ تیسری نظر ان پر ایسی پڑے کہ ان کی پیدائش بھی سلام کی پیدائش ہو اور ان کا وصال بھی سلام کا وصال ہو۔

وہ انعام یافتہ جو خدا کے دربار سے انعام یافتہ ہو وہ تو اگر ان پڑھ بھی ہو تو ایسا انعام یافتہ بن سکتا ہے کہ تمام کائنات کے چوٹی کے علماء اور چوٹی کے اعزاز پانے والے اس کی جوتیوں کو اٹھانے میں فخر محسوس کریں

”سلام علی یوم ولادت و یوم اموت و یوم البعث“ جو حضرت مسیح کی دعا ہے جن کی بتلائی گئی ہے وہ یہ سلام ہے جس کے متعلق میں آپ کو توجہ دلا رہا ہوں۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے ہی وہ سلام لکھ دیا تھا جو سلام موت کا سلام بھی بن گیا اور زندگی کا سلام بھی بن گیا۔ پس جب بھی خدا سے عظمتیں طلب کریں تو اکساری کی عظمتیں طلب کریں اور اس سلام کی عظمتیں طلب کریں جو آسمان سے اترتا ہے اور پھر وہ جس شکل میں بھی نازل ہو بہت ہی خوبصورت اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ لیکن کسی سے توقع رکھنا اور بات ہے اور اس توقع کا پورا ہونا ایک اور بات ہے۔ یہ دعا بھی ہونی چاہئے کہ اللہ ہر منزل کے خطرات سے بچا کر کسی شخص کو اپنی صلاحیتوں کے عروج تک پہنچائے۔ پس جن بچوں میں نجات دیکھتا ہوں، اعلیٰ اقدار دیکھتا ہوں ان کی ذہانت ان کے چہرے بشرے سے بچتی ہے ان کے لئے میں یہ دعا ضرور کرتا ہوں کہ خدا اس کو اس کے آسمانی نقطہ عروج تک پہنچائے۔

اب حضرت مصلح موعودؑ کی پیش گوئی میں یہ بہت ہی عارفانہ کلمہ ہے جو بیان ہوا ہے کہ ہر شخص کا ایک آسمانی نقطہ عروج ہے اور وہاں تک وہ بلند ہو سکتا ہے اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا لیکن بھاری اکثریت ہے، اتنی بھاری اکثریت کہ شاید اس گھو اعداد و شمار میں شمار ہی نہ کیا جاسکے جو اس نقطہ عروج سے بچے رہ کر مرجاتی ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو اس نقطہ عروج کی طرف حرکت کرنے کی بجائے مختلف سمت میں حرکت کرتے ہیں۔ اس مضمون کو قرآن کریم کی اس آیت نے کھولا ہے اور میں بار بار اچھا چکا ہوں ”ولو شئنا لرنسفہا بھا ورنسفہا لاراض“ ایک بڑھ نصیب کا ذکر قرآن کریم فرماتا ہے اگر اللہ سے چاہتا تو جو صلاحیتیں ہم نے عطا کی تھیں ان کے نتیجے میں اسے اس نقطہ عروج آسمانی کی طرف بلند کر لیتا جو اس کا مستہی تھا ”وکنفہا لاراض“ وہ زمین کی طرف جھک گیا۔

پس آغاز اچھا ہونا ذمہ داریاں بھی یاد دلاتا ہے اور دعاؤں کی ذمہ داریاں بھی یاد دلاتا ہے کہ ایسے وجود جن پر قہماری محبت اور پیار اور شفقت کی نظر ہو جن سے تم توقعات رکھتے ہو کب تک تم ان کی حفاظت کر سکو گے، کب تک ساتھ دو گے، کب تک یہ یقین رکھو گے کہ دنیا کے اثرات اسے اپنی طرف نہیں کھینچ لیں گے اس لئے یہ دعا بھی لازم ہے کہ اسے نیک انجام تک اللہ پہنچائے اور اس نقطہ نگاہ سے سب سے پیاری دعا جو میری زندگی کی جان ہے جس کے لئے میں کئی دفعہ، بعض دفعہ لوگوں کو رمضان سے پہلے بھی عاجزانہ خط لکھ کر خصوصیت سے متوجہ کرتا ہوں وہ یہ دعا ہے کہ ان میں شامل کر دے جن کے لئے آسمان سے یہ آواز اٹھے، ان کا استقبال اس لازوال آواز کے ساتھ ہو ”یا ایہذا النفس المنطبعة راجعی الی ربک رانیة مرضیة فادع علی فی عبادتی وادع علی فی جنتی“ تو جسے یہ نیک انجام نصیب ہو جائے اس سے بہتر کیا انسان تصور کر سکتا ہے۔

پس اس جاننے والی پاک روح کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ان لوگوں میں شمار فرمائے جن کی وفات کے وقت یہ آواز کان میں سنائی دی ہو، جس کی روح سے خدا اس طرح مخاطب ہوا ہو اور ان کی اولاد کو بھی وہ وجہ عظمت عطا کرے جو تعلق باللہ کی وجہ سے ہے۔ جہاں تعلق باللہ وجہ عظمت بنتا ہے، جہاں رفعتیں سجدے میں مضمر ہیں، جہاں ربی الاعلیٰ کی دعائیں طرح اٹھتی ہے کہ انسان پھر ادنیٰ ہی نہیں سکتا، وہ اعلیٰ سے تعلق جوڑ کر ضرور اعلیٰ بنایا جاتا ہے۔ یہ دعائیں اپنے لئے بھی، اپنی اولادوں کے لئے، سب گزرنے ہوئے اور آئندہ لوگوں کے لئے بھی کریں کیونکہ جڑا کا وقت تو ابھی باقی ہے یعنی آخری فیصلے تو قیامت کے دن ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو یہ عظمتیں نصیب فرمائے اور پھر اپنے شان کے طور پر

دنیا کی برکتیں بھی بخشے کیونکہ دنیا کی آنکھ ان باتوں کو دیکھتی نہیں ہے مگر جب خدا کی عظمتیں دنیا کے نشانوں میں ظاہر ہوتی ہیں تب وہ آنکھیں کھلتی ہیں اور ان باتوں کو دیکھنے لگتے ہیں۔

اب میں مختصراً کچھ یہ مضمون جو تھا میں نے جیسا کہ عرض کیا تھا لیا مضمون ہے اس کے جو پہلو میرے ذہن میں تھے وہ پورے تو میں بیان نہیں کر سکا مگر امید ہے مرکزی نکتہ احباب جماعت کو سمجھ آ گیا ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے تھے۔ حضرت چوہدری محمد حسین صاحب جو صاحب رویاء و شرف بزرگ تھے ان کا نکاح بھی حضرت مصلح موعودؑ نے پڑھا تھا۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہاتھ بیگم تھا۔ یہ حکیم فضل الرحمن صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ حکیم فضل الرحمن وہ مبلغ ہیں جو تیس سال تک اپنی جوانی میں اپنی بیوی سے الگ رہے اور اف تک نہیں کی کبھی۔ افریقہ کے جنگوں میں زندگی گزارا۔ نہایت پاکیزہ اور بہت ہی بااخلاق اور جاذب نظر شخصیت تھی۔ یہ ہمارے امریکہ کے ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب کے خالوتھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے کاموں اور ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب کے خالوتھے۔ شریا بیگم جن کا وصال ابھی ہوا ہے جن کی نماز جنازہ پڑھائی تھی ان کی ہمشیرہ ڈاکٹر حمید الرحمن کی والدہ تھیں۔ تو یہ خاندان آپس میں اس طرح بڑے قربی تعلق میں بندھا ہوا ہے اور بہت پاک روایتیں ہیں جو اس خون میں جاری ہیں۔ پس دعا کریں کہ یہ آئندہ بھی ہمیشہ جاری رہیں۔

بہت سے پاک اور نیک انجام ہیں جن کی بنیادیں بعض دفعہ انسان کی پیدائش سے پہلے ڈال دی جاتی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی انہی وجودوں میں سے ایک وجود ہیں

وہ مجھے جو یاد تھا کہ رویا میں دیکھا تھا وہ رویا نہیں بلکہ کشفی طور پر آپ کو یہ دکھایا گیا تھا یہ نوٹس ہیں ان میں لکھا ہے ”تین جون ۱۹۲۵ء کو خدا تعالیٰ نے کشفی طور پر دکھایا کہ ایک فرشتہ ظاہر ہوا جس کے ہاتھوں میں ایک مضمون پڑھا تھا، فرشتے نے وہ پڑھ چوہدری محمد حسین صاحب کو پڑھا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقیناً عطا فرمایا ہے آپ نے اس سچے نام پوچھا تو آواز آئی عبدالسلام“۔ یہ رویا انہوں نے جب لکھ کر حضرت مصلح موعودؑ کو بھجوایا اور نام کی درخواست کی تو آپ نے لکھا ”جب خدا تعالیٰ نے خود نام رکھ دیا ہے تو ہم کیسے دخل دیں“ یعنی یہ بات حضرت مصلح موعودؑ کا لکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت چوہدری محمد حسین صاحب کی رویا اور کشف کی سچائی پر آپ کو کامل یقین تھا اور ویسے بھی انکسار کا کبھی تقاضا ہے جب کہ دے خدا نے نام رکھ دیا ہے مگر محض اس وجہ سے نہیں مجھے یقین ہے کہ چونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ ایک صاحب کشف انسان ہیں اس لئے یہی لکھنا اس وقت یا صرف یہی لکھنا جائز تھا کہ جب خدا نے نام رکھ دیا تو ہم کیسے دخل دیں۔

چنانچہ پھر یہ بڑھے ہیں تو اللہ کے فضل سے دعاؤں کے ساتھ۔ اب یہ اتفاق بات نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ باقی بھی تو سن بھائی ہیں ان کا تعلیمی کردار، بڑے ذہین ہیں، ہوشیار بھی ہیں، اچھے اچھے مرتبے حاصل کئے، کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ایسا ہے جیسے کوئی چیز شوٹ (Shoot) کر کے ایسا اور نکل جاتی ہے کہ باقی سب چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں اس کے مقابل پر، کوئی نسبت نہیں ہے۔ ہرمیدان میں ایسے ایسے انہوں نے میڈل بچپن سے حاصل کرنے شروع کئے ہیں، ریکارڈ پر ریکارڈ توڑتے چلے گئے ہیں اور بعض ایسے ریکارڈ جو پھر اور ہو ہی نہیں سکتے۔ جب سو فیصدی نمبر لے لوگے تو ریکارڈ کیسے ٹوٹے گا۔ اور پھر جب پاکستان میں ناقدی کی کمی تو انگلستان میں آئے اور انگلستان کی حکومت کی فراخ دستی یا قدر شاہی کہنا چاہئے، فراخ دستی کا سوال نہیں، انہوں نے بڑی عزت کا سلوک کیا امپیریل کالج کی پروفیسر شپ کی سیٹ عطا کی اور مسلسل ان کے ساتھ بہت ہی عزت اور احترام کا سلوک جاری رکھا ہے۔


پھر اٹلی نے آپ کی عزت افزائی کی۔ انہوں نے جو ایک تحریک کی کہ میرے نزدیک وہاں ٹرانسٹی میں ایک سفر بنانا چاہئے سائنس کے فروغ کا تو حکومت اٹلی نے بڑا حصہ خرچ کا دیا اور پھر دوسرے اداروں نے بھی اس میں حصہ لیا اور خاص طور پر غریب ممالک کے بچوں کو تعلیمی سہولتیں دے کر ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو نظر عروج تک پہنچانے آپ کا مقصد تھا اور اس میں قطعاً یہی تعصب کا اشارہ تک بھی نہیں تھا۔ غیر احمدی، پاکستانی، پولینڈ کے لڑکے، عیسائی، دہریہ سب پر یہ فیض برابر تھا جو حمایت کا فیض ہے اور اللہ کے فضل سے اس کے ساتھ بنی نوع انسان کو بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ اب تعلیمی ڈگریاں اور میڈل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے میں نے جو چیزیں اہمیت کی سمجھیں وہ بیان کر دوں۔ اب یہ ہمارا بہت ہی پیارا علموں کا خزانہ، دنیاوی علوم میں بھی، روحانی علوم میں بھی ترقی کرنے والا ہمارا پیارا ساتھی اور بھائی ہم سے جدا ہوا۔ اللہ کے حوالے، اللہ کے پیار کی نگاہیں ان پر پڑیں اور ان کو سنبھال لیں اور اس کے علاوہ ان کی اولاد کے لئے بھی یہی دعا کریں کہ خدا ان سے ہمیشہ حسن سلوک رکھے، شفقت اور رحمت کا سلوک رکھے اور ان دعاؤں کو آگے بھی، ان کے خون میں، ان کی نسلوں میں جاری کر دے جو ان کے حق میں قبول ہوں۔

اب آپ کے سامنے ایک اور ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں وہ ہمارے بہت ہی پیارے مخلص فدائی امریکن دوست کا ذکر ہے۔ وہ بھی ڈاکٹر تھے، بی ایچ ڈی تھے، برادر مظفر احمد مظفر جو امریکہ کے نائب امیر تھے۔ یہ

بھی انتہائی منکسر المزاج اور بے حد مستعد خدمت کرنے والے۔ اور بی ایچ ڈی تھے مگر اپنے ساتھ ڈاکٹر نہیں لکھتے تھے اور ڈین میں پروجیکٹ کیور (Cure) کے ڈائریکٹر تھے۔ مجھ سے بہت پرانا تعلق ہوا ہے جلد سالانہ پران کے آنے کی وجہ سے اس کے بعد یہ مسلسل بڑھتا رہا کیونکہ ان کے اندر بہت گہری خوبیاں تھیں اور بزاروشن دماغ تھا۔ امریکوں کے مسائل کو جس وضاحت کے ساتھ یہ سمجھتے تھے بہت کم ہیں جن کو اتنا عبور تھا اور ان مسائل میں جب ان سے گفتگو ہوتی تو میں نے ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھایا اور مستعد ایسے کہ جب میں وہاں جایا کرتا تھا تو میری حفاظت کے تعلق میں جو انسانی کوششیں ہوتی ہیں ان کے لیے نیچارج ہوا کرتے تھے، دن رات لگتا تھا ایک لمحہ بھی نہیں سوتے۔ جب لگتا تھا یہ سامنے مستعد کھڑے ہیں۔

اور پھر ڈرائیونگ کرنی اور بہت تیز۔ میں نے کئی دفعہ سمجھا یا کہ خدا کے لئے کچھ آرام کر لیا کریں۔ ورنہ آپ کو کیا مجھے صدمہ پہنچے گا۔ تو پھر تھوڑا سا وداعہ لیا اچھا چھاپیں خیال رکھوں گا مگر کئی دفعہ یہ ہوا کہ ایسا کام کر کے پیچھے رہ گئے اور میں نے ذکر کیا کہ اوہ ہم تو یہاں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں، کھانا بھی کھانا تھا ان کے بغیر مزہ نہیں آئے گا وہ تو بہت پیچھے رہ گئے ہیں تو ابھی بات ختم نہیں ہوئی کہ سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔ وہ ہوا کی طرح چلتے تھے ڈرائیونگ میں اور مزہ یہ ہے کہ پکڑے نہیں جاتے تھے۔ دعائیں کرتے ہوئے جاتے ہوئے تو خدا کا غالب قانون جو ہے وہ دنیا کے قانون پر غالب آکر ان کی حفاظت فرماتا تھا۔ کبھی ایک سنٹ نہیں ہوا خدا کے فضل سے۔ تو چند دن بیمار رہا کہ اپنا جگر کا کینسر تھا جس کا علم بعد میں ہوا جس کی وجہ غالباً ان کا صبر ہے۔ انہوں نے معلوم ہوتا ہے عملاً بتایا نہیں، ابتدائی علامتوں کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا۔ اس وقت پہنچا جب وہ آگے بڑھ چکا تھا اور ان کا وصال میرے لئے بہت گہرے صدمے کا موجب بنا ہے مگر یہ صدمہ تو انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ ”بہی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام“ یہی بیہیام ہے جو ہمیشہ سارا بناتا ہے۔ ان کی یکم ستمبر صبح بھی غیر معمولی اخلاص رکھنے والی، مستعد اور ہمدرد خاتون ہیں۔ عورتوں میں وہ یہ ڈیوٹی دیا کرتی تھیں، ان کے اوپر ان کو ظاہر ہے کہ زیادہ اعتماد تھا۔ ایک دفعہ مجھے یوں لگا جیسے اپنا جگر پیچھے سے کوئی دور جا چڑا ہے۔ تو دیکھا تو پرائیویٹ سیکرٹری ان کے کندھے کا شکار ہوئے تھے۔ ان کو حکم تھا کہ اس لائن سے آگے کوئی مرد نہیں جائے گا۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ پرائیویٹ سیکرٹری یا کون ہے وہ لائن آئی ہے تو یوں کھنکھارے کہ پرائیویٹ سیکرٹری لڑھکتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ تو پوری مستعد تھیں ماشاء اللہ۔ اب بھی مستعد ہیں، مستعد رہیں گی انشاء اللہ ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے بہت دعا کریں۔

دیگر مرحومین جن کا جنازہ آج جمعہ کے بعد پڑھا جائے گا ان میں سرفہرست ہمارے صادق صاحب مرحوم شہید ہیں۔ ان کا ذکر مختصر ضروری ہے۔ بہت ہی پیارا وجود تھا، بڑی ہمدردی سے اپنی جان جان آفریں کو پیش کی ہے خدمت دین میں، دعوت الی اللہ میں۔ یہ وہ ہیں جن کے والد ۱۹۶۵ء میں احمدی ہوئے تھے۔ کڑا اہل حدیث علاقہ ہے وہ اور وہ چونکہ صاحب اثر تھے، سب سے پہلے ان کے بھائی احمدی ہوئے تھے ان کی تبلیغ سے والد احمدی ہوئے تھے۔ یہ اور ان کے ایک بھائی میاں عیادت اللہ تھے جو اس وقت تو سینے میں گھونٹ کر اپنے بغض پھیلاتے رہے جب تک والد زندہ تھے۔ ان کے سامنے سرائے کی ان کو مجال نہیں تھی مگر ان کے وصال کے فوراً بعد انہوں نے شدید مخالفت شروع کی اتنی شدید مخالفت کہ اپنے بھائی جو ایمان لایا تھا باپ سے پہلے ہدایت اللہ صاحب ان کی زندگی اجیرن کر دی لیکن پھر آخر خود احمدیت کی صداقت ۱۹۷۳ء میں شکار ہوئے۔ جب ۱۹۷۳ء کی تحریک زوروں پر تھی اور شور تھا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ اب ایسی دیواری بن گئی ہے کہ کوئی احمدی نہیں ہو سکتا تو یہ مخالف پھیلاؤ کر امن کے دائرے میں آ گیا اور اس کے بعد سے پھر ایک ننگی تلوار تھی احمدیت کی تبلیغ میں، احمدیت کا پیغام پہنچانے میں۔ انہی کی تبلیغ سے محمد اشرف صاحب آف جیلن ضلع کو جرنال وہ بھی کڑا اہل حدیث علاقہ کے تھے وہ احمدی ہوئے اور جب وہ احمدی ہوئے تو پھر اس علاقے کے مولویوں اور دوسروں سے برداشت نہیں ہوا۔ سب سے پہلے انہوں نے اشرف کو شہید کیا اور اس کے بعد ان پر نظر رہی لیکن انہوں نے عین ان کے کٹر گروہوں میں جا کر تبلیغ جاری رکھی چنانچہ پچھلے ایک دو سال کے اندر جب میں نے تحریک کی ہے دعوت الی اللہ کی تو خدا کے فضل سے پندرہ اہل حدیث کو بڑا مضبوط احمدی بنانے کی ان کو توفیق ملی۔ آخر یہ معاملہ





SATELLITE WAREHOUSE

Watch Huzur everyday on Intelsat

We deal with systems available for all satellites in the world
Receivers, Decoders, Dishes, Smart Cards,
Installations and Much, Much More

Mail Order and International Export Service Available
We accept credit cards
Call for competitive prices
Contact us for details at:

S. M. SATELITE LIMITED
Unit 1A - Bridge Road, Camberley
Surrey HU 15 2QR ENGLAND
Tel: (01276) 20916 Fax: (01276) 678740

دشمنوں کی برداشت سے باہر نکل گیا تو یہ جسد پر چارہے تھے تو ایک بل پر جہاں دشمن ٹک لگائے بٹھا تھا انہوں نے گولیاں برساکر یا کاتوسوں کے فائر سے ان کو وہیں پھینکی کر دیا۔ وہیں شہید ہو گئے۔ تو ان کی جو واپسی ہے بڑی عظیم واپسی ہے۔ ایسی واپسی ہے جس کی قرآن عنایت دے رہا ہے کہ یہ تو مرے بھی نہیں یہ تو زندہ رہنے والے وجود ہیں ان پر نہ تم روٹا۔ اپنی فکر کرو کہ تم کیسے واپس جاتے ہو۔ یہ تو ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ تو ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ سارا خاندان بڑا بہادر ہے اللہ کے فضل کے ساتھ۔ ان کی اولاد میں بھی وہی رنگ ہیں عظمت کے جو خلوص سے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا سے پیدا ہوتے ہیں۔

اب باقی جو نماز جنازہ پڑھی جائیں گی ابھی نماز جنازہ ادا ہوگی جن کی وہ غلام رسول صاحب معلم اصلاح و ارشاد ہیں جو ہمارے مبارک احمد ظفر صاحب جو اس وقت نائب وکیل المال ہیں ان کے والد ہیں۔ بہت سادہ مزاج میں جانتا تھا انہیں بہت اچھی طرح۔ ساری عمر بالکل سادہ کپڑوں میں دیکھنے والا پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ کیسا انسان ہے مگر ساری اولاد کی تربیت بہت ہی پیاری اور اعلیٰ درجہ کی ہے اور کبھی کسی کے خلاف شکوہ زبان پر نہیں آیا۔

عنایت علی صاحب کھاریاں، ہمارے اخلاق انعم صاحب کے والد۔ یہ بھی وہ مبلغین ہیں جن کے والدین یا بزرگوں کو میں نے آج جنازے کے لئے چنا ہے۔ جو دین کی خاطر باہر تھے پیچھے ان کے بزرگوں کی وفات ہوئی ہے یا ملتا تو آخری موقع جانے کا ملا۔ مسعود بیگم صاحبہ عبدالسلام صاحب ٹیکسٹریل سٹریٹریو کی بیگم اور عبدالمنان طاہر صاحب کی والدہ۔ وہ بھی آپ کے مبلغ ہیں جو ہمیں اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اور راجہ اکبر صاحب جو یہاں آیا کرتے تھے اکثر چلے پر بڑے ہی فدائی اور بہادر انسان۔ اپنے علاقے میں یہ احمدیت کے لئے بلاشبہ ایک پر عجب ننگی تلوار تھی جس کی مخالفت کی وہاں جرات نہیں ہوتی تھی پوری۔ اندر اندر مختلف تھے ہوتے تھے اور دوسروں کو تنگ کیا جاتا تھا مگر راجہ صاحب کے کڑا کے کے سامنے کیونکہ ان کی برادری ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ بڑی بہادر اور لڑائی کرنے والی برادری یعنی ان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں ملتا تھا جس طرح پرانے زمانوں میں ہوا کرتا تھا جہالت میں کہ کوئی نبی اگر کسی بڑے قبیلے کا فرد ہو تو کتے ہیں اس کی وجہ سے ہم تجھے چھوڑ رہے ہیں تو ان کا بھی چونکہ قبیلہ مضبوط تھا اس لئے ان کو جرات ہوتی تھی اور اپنے قبیلے کی خاطر کبھی بھی انہوں نے احمدیت کا پیغام چھپایا نہیں تو یہ بھی اچانک وفات پا گئے ہیں۔ بہت ہی باریا اخلص انسان تھا، بہت تبلیغ کرنے والے۔ اللہ ان سب کو غریق رحمت فرمائے۔ ابھی نماز جسد کے معانی اثناء اللہ ہم ان سب کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

ایک نام رہ گیا ہے ایک مرنی نہیں دو مریوں کی والدہ ہیں جو فوت ہوئی ہیں۔ ایک ہمارے ملک محمد اکرم صاحب مرنی باچھر کی والدہ رضیہ بیگم بھی وفات پا گئی ہیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کو بھی نماز جنازہ میں شامل رکھیں۔

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ شہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ المدیہ کی آیات ۱۹ و ۲۰ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ آج کا خطبہ جیسا کہ کل ہندوستان کے جلسہ کے افتتاحی خطاب میں ذکر کیا تھا وقف جدید کے لئے وقف ہے حضور نے فرمایا کہ وقف جدید کا آغاز ۱۹۵۶ء سے ہے مگر بیرون پاکستان چندوں کے لحاظ سے اسے ممتد کرنے کا آغاز چند سال پہلے ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ جب میں نے یہ تحریک کی تو اس وقت ذہن میں یہ نہیں تھا کہ اتنی بڑی ضرورتیں پیدا ہونے والی ہیں۔ بعد کے حالات سے پتہ چلا کہ یقیناً یہ تحریک اللہ کی طرف سے دل میں ڈالی گئی تھی کیونکہ اچانک تبلیغ میں اتنی تیزی پیدا ہو گئی کہ افریقہ اور ہندوستان کی بڑھتی ہوئی تبلیغی و تربیتی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بہت بڑی مالی رقم کی ضرورت تھی۔

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیات قرآنی کے مضامین کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خدا کی راہ میں مالی قربانی پیش کرنے والوں کے لئے ان کے جس نور کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اس سے مراد ان کے دل کی وہ پاکیزگی اور صفائی ہے جس کے ساتھ وہ قربانی پیش کرتے ہیں اور جتنا وہ نور بلند اور خالص ہوگا اسی حد تک ان کے اجر کو بڑھایا جائے گا اور اعزاز بخشا جائے گا۔ صدیقیت اور شہادت کے جن مراتب کا یہاں ذکر ہے ان کا تعلق بھی نور سے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مالی قربانی کے جو مرتبے ہیں ان کو تجھے بغیر حقیقت میں مالی قربانی کا جذبہ صحیح طریق پر بیدار نہیں ہو سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ قربانیاں دیکھا دیکھی بھی کی جاتی ہیں اور مسابقت کے جذبہ کے تحت بھی کہ قرآن کریم نے ہمارا مطمح نظر ایک دوسرے سے نیکیوں میں مسابقت قرار دیا ہے مگر اس اعلیٰ نیت کے باوجود اس سے بھی بلند تر نیتیں ہیں یعنی خالصۃ اللہ کی رضا کی خاطر قربانیاں دی جائیں اور کوئی بھی چندہ ایسا نہ ادا کیا جائے جس میں خدا کی محبت کی آمیزش شامل نہ ہو۔ اگر یہ شامل ہو جائے تو پھر آگے بڑھنے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ نیکیوں کو نور بنانے والا اللہ ہی ہے کہ ہر نیکی میں اللہ کی محبت اثر انداز ہو یعنی نیکیوں اللہ کی محبت سے پھولیں۔ اس پہلو سے مختصر نصیحت یہی ہے کہ ہمیشہ اللہ کی محبت کو اپنے دل میں پہلا مرتبہ دیا کریں اور اس کے حوالہ سے قربانیاں دیا کریں۔

حضور نے فرمایا کہ وقف جدید کا یہ ۱۳۱۱ھ سال ہے یکم جنوری ۱۹۹۷ء سے یکم جنوری ۲۰۲۲ء سال میں

داخل ہو رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اگرچہ اس وقت ممالک کی تعداد ۱۵۲ یا اس سے اوپر ہو چکی ہے لیکن صرف ۵۶ ممالک کی طرف سے وقف جدید کی رپورٹوں کا ملنا جاتا ہے کہ تربیت کا کتنا بڑا کام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وقف جدید میں جو بیرون کا چندہ ہے وہ تمام تر ہندوستان اور افریقہ پر خرچ ہوتا ہے یہاں تک کہ پاکستان سے بھی جو وقف جدید کے چندوں میں بچت ہوتی ہے وہ بیرونی ممالک میں بھیجے گئے ہیں اور ان کو یہ سعادت حاصل ہے۔

حضور نے فرمایا کہ بیرونی دنیا کا چندہ پاکستان، بنگلہ دیش، اور ہندوستان کے چندوں سے بہت بڑھ چکا ہے اور عین اس وقت یہ رقم ملی ہے جب کہ ضرورت بہت شدید ہو گئی تھی۔ افریقہ میں جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ احمدی ہوتے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر ڈش اٹینڈانز کے مراکز قائم کرنے، مساجد بنانے اور مقامی ضرورت کے مطابق متعلمین تیار کرنے کے لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی کم سے کم ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بھی کتنی رقم کی ضرورت ہوگی۔

حضور نے بتایا کہ وقف جدید کی مالی قربانی میں سرفہرست آج امریکہ ہے تمام دنیا کی وصولی ملا کر دس لاکھ چورانوے ہزار ۳۷۱۱ پاؤنڈ ہے اس میں سے صرف امریکہ کی وصولی پانچ لاکھ ۶۳ ہزار ۱۳۱ پاؤنڈ ہے یعنی تمام دنیا کے چندوں سے اکیلا امریکہ آگے بڑھ گیا ہے۔ آج سے دس سال پہلے سارے امریکہ کا کل چندہ اتنا نہیں تھا جتنا آج صرف وقف جدید کا ہے۔ یہ توفیق کیسے بڑھی؟ حضور نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے جو عمومی وعدہ تھا کہ "ہم بڑھائیں گے" اس سے یہ مضمون بھی کھینچ آیا کہ ہم تمہارے حوصلے بڑھائیں گے، اپنی راہ میں خرچ کی توفیق بڑھائیں گے اور کوئی ایسے حالات پیدا نہیں ہونگے جو تمہیں مجبور کر دیں کہ پہلے سے کم ہو جاوے۔

حضور نے بتایا کہ ۱۹۶۱ء میں ۶ لاکھ ۵۵ ہزار ۱۵۲ پاؤنڈ کے وعدوں کے مقابل پر دس لاکھ ۹۳ ہزار ۳۷۱ پاؤنڈ کی وصولی ہوئی ہے۔ اسی طرح وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی بہت برکت ملی ہے۔ گزشتہ سال ایک لاکھ ۳۶ ہزار ۳۴۳ افراد شامل ہوئے تھے اس سال ایک لاکھ ۶۷ ہزار ۳۵۶ افراد شامل ہوئے ہیں۔ ہزار ہا کی تعداد میں ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جن کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا چسکا پیدا ہوا ہے۔

حضور نے امریکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دس سال پہلے امریکہ کا کل بجٹ ۸ لاکھ ۳۵ ہزار ڈالر تھا اور اب صرف وقف جدید کا بجٹ ۹ لاکھ ۳۶ ہزار ۵۰۸ ڈالر ۳۰ سینٹ ہے۔ خدا نے جماعت کے اخلاص اور کوششوں میں بہت برکت دی ہے۔ صرف ان باتوں میں ہی نہیں اور بھی بہت سی باتوں میں امریکہ کا قدم ترقی کی طرف ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تاہم ابھی وہاں ایسے احمدی موجود ہیں جن کو اگر آمادہ کیا جائے تو خدا ان کی مالی قربانی کی توفیق اور بھی بڑھائے گا۔ ابھی بھی ان کی قربانی ان کی استطاعت سے بھیجے ہے۔ حضور نے بتایا کہ وقف جدید میں قربانی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر پاکستان، تیسرے نمبر پر جرمنی، چوتھے پر برطانیہ، پانچویں پر کینیڈا ہے۔ برطانیہ اور کینیڈا کا فرق تھوڑا رہ گیا ہے۔ ہندوستان کی ۲۳ ہزار ۵۲۷ پاؤنڈ کی وصولی ہے جو ہندوستان کے حالات کے لحاظ سے تعجب انگیز ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انڈونیشیا کی قربانی اپنی توفیق سے بھیجے ہے۔ وہاں ابھی تک نظام جماعت میں پوری بیداری نہیں ہے۔ ورنہ امریکہ یا ہندوستان کے مقابل پر انڈونیشیا کے اخلاص کی حالت کسی سے بھیجے نہیں ہے۔ حضور نے بیرونی ممالک کے علاوہ پاکستان کے اضلاع کا مالی قربانی کا موازنہ بھی پیش فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے خصوصیت سے ہندوستان کی جماعتوں کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ وقف جدید کے کام کو تیزی سے آگے بڑھائیں اور منظم کریں۔ وہاں اکثر تبلیغ وقف جدید کے ذریعہ ہو رہی ہے جن صوبوں میں تبلیغ کے لحاظ سے کمزوری ہے ان کی طرف متوجہ ہوں۔ وقف جدید کے نظام کو جو باہر سے طاقت مل رہی ہے کوشش کریں کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اس مدد کے محتاج نہ رہیں۔

حضور نے حضرت مصلح موعودؑ کے ایک ارشاد کے حوالہ سے وقف جدید کے نظام کو اس طرف توجہ دلائی کہ لوگوں کو یاد دلاتے رہیں کہ وقف جدید کا تعلق ولایت سے ہے۔ اس پہلو پر نظر رکھیں کہ اولیاء اللہ جماعتوں میں پیدا ہو رہے ہیں یا نہیں؟

حضور نے بتایا کہ یورپ میں نئی ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں خصوصیت سے مشرقی یورپ میں جماعتی مراکز کا قیام، نئی مساجد بنانا ایسے کام ہیں جن کے لئے مالی ضرورتیں درپیش ہیں۔ یہ ایسی ضرورت نہیں ہے جو مستقل چندے کے طور پر پیش کی جائے۔ خصوصیت سے البانیہ اور بوسنیا میں فوری ضرورتیں ہیں۔ اس عرض سے حضور نے ۱۵ لاکھ ڈالر کی تحریک فرمائی اور فرمایا کہ میں اس تحریک کو اس طرح پیش کرتا ہوں کہ وہ سب احمدی جو عام چندوں میں حسب سابق حصہ لے رہے ہیں اور مزید بوجھ اٹھانا ان کے لئے ممکن نہیں وہ تحریک کے طور پر کچھ نہ کچھ حصہ لے کر اس میں شامل ہو جائیں اور وہ صاحب حیثیت جن کو خدا نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ اپنی توفیق کے مطابق اس میں حصہ لیں۔ حضور نے امید ظاہر فرمائی کہ پہلے سال اس رقم کا دو تہائی اور دوسرے سال بقیہ ایک تہائی وصول ہو جائے گا۔

حضور نے فرمایا کہ ان امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ اور اللہ کے فضلوں اور احسانات پر توکل کرتے ہوئے ہم اس نئے سال میں داخل ہوتے ہیں جو وقف جدید کا ۲۲واں سال ہے۔